وَقَوْلِهٖ ﴿اِنَّ اِبْرَاهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ﴾ (التوبہ:١١٤) وَقَالَ اَبُوْمَيْسَرَةَ الرَّحِيْمُ بِلِسَانِ الْحَبَشَةِ.

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک ابراہیم بہت نرم دل نہایت حلم والے تھے ○ (التوبہ:١١٤) ابومیسرہ نے کہا: (''اوّاہ'' کا معنی) حبشی زبان میں رحیم ہے۔

اس تعلیق کو امام وکیع نے اپنی تفسیر میں سند موصول کے ساتھ روایت کیا ہے۔

٣٣٤٩ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا الْمُغِيْرَةُ بْنُ النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنِيْ سَعِيْدُبْنُ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّكُمْ مَحْشُوْرُوْنَ حُفَاةً عُرَاةً غُرْلًا ثُمَّ قَرَاَ ﴿كَمَا بَدَاْنَآ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ وَعْدًا عَلَيْنَآ اِنَّا كُنَّا فَاعِلِيْنَ○﴾ (الانبیاء:١٠٤) وَاَوَّلُ مَنْ يُّكْسٰى يَوْمَ الْقِيَامَةِ اِبْرَاهِيْمُ وَاِنَّ اُنَاسًا مِّنْ اَصْحَابِيْ يُؤْخَذُ بِهِمْ ذَاتَ الشِّمَالِ فَاَقُوْلُ اَصْحَابِيْ اَصْحَابِيْ فَيُقَالُ اِنَّهُمْ لَمْ يَزَالُوْا مُرْتَدِّيْنَ عَلٰى اَعْقَابِهِمْ مُنْذُ فَارَقْتَهُمْ فَاَقُوْلُ كَمَا قَالَ الْعَبْدُ الصَّالِحُ ﴿وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّادُمْتُ فِيْهِمْ اِلٰى قَوْلِهِ الْحَكِيْمُ○﴾ (المائدہ:١١٧) [اطراف الحدیث:٣٤٤٧۔ ٤٦٢٥۔ ٤٦٢٦۔ ٤٧٤٠۔ ٦٥٢٤۔ ٦٥٢٥۔ ٦٥٢٦] (صحیح مسلم:٢٨٦، الرقم المسلسل: ٧٠٩٤، سنن ترمذی:٢٤٣١، سنن نسائی:٢٠٨١، مسند الحمیدی:٤٨٣، مصنف ابن ابی شیبہ ج ١٣ ص ٢٤٧۔ ٢٤٦، مسند ابویعلیٰ:٢٣٩٦، مسند احمد ج ١ ص ١٢٠ طبع قدیم، مسند احمد:١٩١٣۔ ج ٣ ص ٣٩٥، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں المغیرہ بن النعمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے سعید بن جبیر نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، آپ نے ارشاد فرمایا: تمہارا حشر اس حال میں کیا جائے گا کہ تم ننگے پیر، ننگے بدن اور غیر مختون ہو گے، پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: جس طرح ہم نے پہلے تخلیق کی ابتداء کی تھی، (اسی طرح) ہم اس کا اعادہ کریں گے، یہ ہمارا وعدہ ہے، ہم اسے ضرور پورا کرنے والے ہیں۔ (الانبیاء:١٠٤) اور قیامت کے دن سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کپڑے پہنائے جائیں گے اور بے شک میرے اصحاب میں سے بعض لوگوں کو بائیں جانب لے جایا جائے گا، پس میں کہوں گا: یہ میرے اصحاب ہیں، یہ میرے اصحاب ہیں، پس کہا جائے گا کہ جب سے آپ ان سے جدا ہوئے تھے یہ ہمیشہ (دین سے) اپنی ایڑیوں پر پھرے رہے، پھر میں اس طرح کہوں گا جس طرح (اللہ کے) نیک بندے نے کہا تھا: اور میں جب تک ان میں رہا ان پر نگہبان تھا (اور جب تو نے مجھے اٹھالیا تو ان پر تو ہی نگہبان تھا)، یہ آیت ''الحکیم○'' تک پڑھی۔ (المائدہ:١١٧)

حشر کے دن برہنہ اُٹھانے کے خلاف احادیث کی توجیہات

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ قیامت کے دن لوگوں کو ننگے بدن اُٹھایا جائے گا، اس کے خلاف حسب ذیل احادیث ہیں:

امام ابوداؤد اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ پر موت کا وقت آیا تو انہوں نے چند نئے کپڑے منگا کر ان کو پہنا، پھر کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میت کو ان ہی کپڑوں میں اُٹھایا جائے گا جن کپڑوں میں وہ فوت ہوا ہے۔ (سنن ابوداؤد:٣١١٤)

امام ترمذی نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ بہز بن حکیم نے اپنے والد سے اور انہوں نے اپنے دادا سے روایت کیا ہے

MUHAMMAD RIZWAN FIKRERAZA 25

کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تمہارا حشر پیدل اور سواری پر کیا جائے گا اور تمہیں اپنے منہ کے بل گھسیٹا جائے گا۔ (سنن ترمذی: ۲۴۲۴، دارالمعرفہ بیروت، ۱۴۲۳ھ)

ان احادیث کا جواب یہ ہے کہ ان لوگوں کو ان کی قبروں سے ان کے اُن کپڑوں میں اُٹھایا جائے گا جن میں یہ فوت ہوں گے، پھر حشر کے وقت ان سے وہ کپڑے اُتار لیے جائیں گے اور ان کا ننگے بدن حشر کیا جائے گا یا یہ حساب کی جگہ پر ننگے بدن آئیں گے، پھر ان کو جنت کے کپڑے پہنائے جائیں گے اور بعض علماء نے یہ جواب دیا ہے کہ جس حدیث میں ہے: ان کو ان کے لباس میں اُٹھایا جائے گا، اس سے مراد ہے: ان کو ان کے اعمال کے لباس میں اُٹھایا جائے گا خواہ وہ اعمال اچھے ہوں یا بُرے ہوں، کیونکہ قرآن مجید میں نیک اعمال پر بھی لباس تقویٰ کا اطلاق ہے۔

وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ذٰلِكَ خَيْرٌ. (الاعراف: ۲۶) اور تقویٰ کا لباس سب سے بہتر ہے۔

امام مسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر بندے کو اس حال میں اُٹھایا جائے گا جس پر وہ مرا ہے۔ (صحیح مسلم: ۲۸۷۸، سنن ابن ماجہ: ۴۲۳۰)

بعض علماء نے اس حدیث کو شہداء پر محمول کیا ہے جن کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ حکم دیا ہے کہ ان کو ان کے کپڑوں میں لپیٹ دیا جائے اور ان ہی میں دفن کر دیا جائے، اور ان کے حال میں کسی چیز کی تبدیلی نہ کی جائے، علماء نے یہ بھی کہا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ حضرت ابوسعید نے اس حدیث کو شہداء کے متعلق سنا ہو، پھر اس کو عموم پر محمول کر دیا ہو۔

بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ اس باب کی حدیث پر درج ذیل آیت دلالت کرتی ہے:

وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰى كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ. (الانعام: ۹۴) اور بے شک اب تم ہمارے پاس اسی طرح تنہا آئے ہو جس طرح ہم نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا تھا۔

اور اس آیت سے بھی استدلال کیا ہے:

كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ ○ (الاعراف: ۲۹) اللہ نے جس طرح تمہیں پہلے پیدا کیا تھا، اسی طرح تم لوٹو گے۔

قیامت کے دن سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کپڑے پہنانے کی توجیہ

اس حدیث میں مذکور ہے کہ سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کپڑے پہنائے جائیں گے۔

اس حدیث میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عظیم منقبت اور فضیلت ہے اور ان کی خصوصیت ہے، جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی یہ خصوصیت ہے کہ سب سے پہلے ہمارے نبی سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبر سے اُٹھیں گے اور اس وقت آپ دیکھیں گے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام عرش کے پائے کے ساتھ مُعلق ہیں اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام آپ سے افضل ہوں، بلکہ قیامت کے دن آپ ہی سب سے افضل ہوں گے اور اگر کسی شخص کو کسی ایک وصف میں فضیلت حاصل ہو جائے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ مطلقاً افضل ہو، اور اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ قائل اپنے کلام کے عموم سے خارج ہوتا ہے، یعنی یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اوّلیت اضافی ہے، گویا دوسرے لوگوں کی بہ نسبت حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پہلے کپڑے پہنائے جائیں گے نہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی پہلے ان کو کپڑے پہنائے جائیں گے۔

بعض احادیث میں مذکور ہے کہ سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کپڑے پہنائے جائیں گے، پھر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو

click on link for more books
MUHAMMAD RIZWAN FIKRERAZA 25

کپڑے پہنائے جائیں گے۔

امام ابونعیم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہمارا رب عزوجل فرمائے گا: میرے خلیل کو کپڑے پہناؤ' پھر دو سفید کپڑے ان کو پہنائے جائیں گے' پس وہ عرش کے سامنے کھڑے ہوں گے' پھر میرے کپڑے لائے جائیں گے تو میں ان کو پہن کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دائیں جانب کھڑا ہوں گا' پھر تمام اوّلین اور آخرین میری تحسین کریں گے۔

امام بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جنت سے حلّہ پہنایا جائے گا اور ایک کرسی لا کر عرش کی دائیں جانب رکھی جائے گی' پھر مجھے لایا جائے گا اور مجھے حلّہ پہنایا جائے گا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو سب سے پہلے حُلّہ پہنانے کی خصوصیت کی وجہ یہ ہے کہ ان کو برہنہ کر کے آگ میں ڈالا گیا تھا' دوسری وجہ یہ ہے کہ انہوں نے ستر میں مبالغہ کرنے کے لیے سب سے پہلے شلوار پہنی تھی' خصوصاً نماز میں اور جب انہوں نے ایسا کیا تو اس کی جزاء میں قیامت کے دن سب سے پہلے ان کو کپڑے پہنائے جائیں گے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ میرے بعض اصحاب کو بائیں جانب لے جایا جائے گا تو میں یہ کہوں گا کہ یہ میرے اصحاب ہیں' یہ میرے اصحاب ہیں تو کہا جائے گا کہ جب آپ ان سے جدا ہوئے تھے' اس کے بعد یہ ہمیشہ (دین سے) اپنی ایڑیوں پر پھرے رہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ آپ سے ان کا حال کیسے مخفی رہا' حالانکہ آپ نے یہ خبر دی ہے کہ آپ کے اوپر آپ کی امت کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ وہ آپ کی امت نہ تھے' آپ پر صرف اہل ایمان کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں نہ کہ مرتدین اور منافقین کے۔

علامہ نووی نے کہا: ان لوگوں سے مراد منافقین اور مرتدین ہیں' ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو آپ کے زمانہ میں مسلمان تھے' پھر آپ کے بعد مرتد ہو گئے تھے' اور آپ پر مؤمنین کے احوال پیش کیے جاتے ہیں نہ کہ مرتدین اور منافقین کے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۳۳۵۔ ۳۳۳ ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو میدانِ حشر میں ان منافقین یا مرتدین کا علم تھا یا نہیں' یہ بحث بہت اہم ہے کیونکہ دیوبندی علماء اس حدیث سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم ما کان و ما یکون کی نفی کرتے ہیں' ہم نے شرح صحیح مسلم ج ۶ ص ۷۵۳۔ ۷۴۶ میں اس پر کافی مفصل بحث کی ہے' ہم چاہتے ہیں کہ اس بحث کو نعمۃ الباری میں بھی من وعن نقل کر دیں تاکہ صحیح مسلم اور صحیح بخاری کی ہماری دونوں شرحوں میں یہ بحث آ جائے اور ہماری دونوں شرحوں کے قارئین اس بحث سے مستفیض ہو سکیں:

جن لوگوں کو حضور نے حوض پر آنے سے روک دیا' ان کے متعلق حضور کا علم اور حدیث عرض اعمال

اس حدیث میں ہے کہ جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد مرتد ہو گئے تھے' وہ جب حوض پر آئیں گے تو آپ فرمائیں گے: یہ میرے صحابہ ہیں' پھر آپ سے کہا جائے گا: آپ نہیں جانتے یہ لوگ آپ کے بعد مرتد ہو گئے تھے' تب آپ فرمائیں گے: دوری ہو' دوری ہو۔ اس حدیث سے بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو یہ علم نہیں تھا کہ صحابہ میں سے کون اسلام پر قائم رہا اور کون بعد میں مرتد ہو گیا اور یہ کہ آپ کو قیامت تک کے تمام لوگوں کے اسلام اور کفر کا حال معلوم نہیں تھا' ورنہ آپ ان مرتدین کو دیکھ کر "اصیحابی اصیحابی" نہ فرماتے اور آپ سے یہ نہ کہا جاتا کہ آپ نہیں جانتے' انہوں نے آپ کے بعد دین میں کیا بدعات نکالی تھیں۔

click on link for more books
MUHAMMAD RIZWAN FIKRERAZA 25

حالانکہ مسند بزار میں ہے کہ آپ پر امت کے تمام اعمال پیش کیے جاتے ہیں۔

اس سوال کے چند جوابات ہیں: پہلا جواب یہ ہے کہ حدیث میں یہ عبارت ہے:

پس کہا جائے گا: کیا آپ کو معلوم نہیں کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا عمل کیا ہے؟ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۴۹)

یہ استفہام انکاری ہے' یعنی آپ کو معلوم ہے کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا کیا ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ زیادہ تر احادیث میں یہ الفاظ ہیں:

''انك لا تدری ما احدثوا بعدك'' آپ نہیں جانتے کہ انہوں نے آپ کے بعد دین میں کیا بدعات نکالی ہیں۔

اس حدیث میں درایت کی نفی ہے اور درایت علم سے خاص ہے کیونکہ درایت کے معنی ہیں: کسی چیز کو انگل اور حیلہ سے جاننا۔

علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں:

خاص حیلوں سے کسی چیز کے جاننے کو درایت کہتے ہیں۔ (المفردات ص ۱۶۸' ایران)

علامہ زبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ لکھتے ہیں:

درایت علم سے خاص ہے' کسی چیز کو کسی حیلہ سے جاننا درایت ہے' اس لیے اللہ تعالیٰ کے علم پر درایت کا اطلاق نہیں ہوتا۔

(تاج العروس ج ۱۰ ص ۱۲۶' مصر)

اور جب یہ واضح ہو گیا کہ اس حدیث میں درایت کی نفی کی ہے اور درایت علم سے خاص ہے اور خاص کی نفی سے عام کی نفی نہیں ہوتی' اس لیے درایت کی نفی سے علم کی نفی نہیں ہوگی' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان مرتدین کا علم وحی ربانی سے تھا' انگل اور حیلہ سے نہیں تھا۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بیان فرمایا ہے کہ قیامت کے دن آپ اپنی امت کو دوسری امتوں سے متمیز کریں گے' امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت حوض پر آئے گی' درآں حالیکہ میں لوگوں کو اس سے منع کر رہا ہوں گا' جیسا کہ کوئی شخص دوسرے اونٹوں کو اپنے اونٹوں سے الگ کرتا ہے' صحابہ نے پوچھا: یا نبی اللہ! آپ ہم کو پہچان لیں گے؟ آپ نے فرمایا: تمہاری ایک نشانی ہوگی جو تمہارے علاوہ اور کسی میں نہیں ہوگی' تم میرے پاس آؤ گے' درآں حالیکہ تمہارا چہرہ اور ہاتھ پیر آثار وضوء سے چمک رہے ہوں گے اور تم میں سے ایک جماعت کو مجھ سے دُور کیا جائے گا وہ مجھ تک نہیں آسکیں گے' میں کہوں گا: اے میرے رب! یہ میرے صحابہ ہیں! پھر فرشتہ آکر مجھ سے کہے گا: کیا آپ جانتے ہیں انہوں نے آپ کے بعد دین میں کیا بدعتیں نکالی تھیں؟ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۲۶' مطبوعہ کراچی)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جن لوگوں کو حضور حوض سے دور کریں گے' اس سے کون لوگ مراد ہیں؟ اس میں کئی اقوال ہیں:

(۱) اس سے مراد منافقین اور مرتدین ہیں اور یہ جائز ہے کہ ان کا حشر بھی چہرہ اور ہاتھ پیروں کی سفیدی کے ساتھ ہو اور اس علامت کی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کو (''اصحابی'' فرما کر) نداء کریں' پھر آپ کو یہ بتایا جائے گا کہ یہ وہ لوگ نہیں ہیں جن سے آپ نے وعدہ کیا تھا' ان لوگوں نے آپ کے بعد دین بدل لیا اور ان کی موت اسلام پر نہیں ہوئی۔

(۲) اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو آپ کے زمانہ میں مسلمان تھے اور پھر بعد میں مرتد ہو گئے' اگرچہ ان لوگوں پر آثار وضوء کی نشانی نہیں ہوگی' لیکن آپ ان کو دنیا کی واقفیت کی بناء پر پکاریں گے' کیونکہ آپ کی حیات میں یہ مسلمان تھے' پھر آپ کو بتایا جائے

click on link for more books
MUHAMMAD RIZWAN FIKRERAZA 25

گا کہ یہ آپ کے بعد مرتد ہو گئے تھے۔

(۳) اس سے مراد گناہ کبیرہ کرنے والے وہ لوگ ہیں جو دین اسلام پر فوت ہو گئے' یا وہ بدعتی لوگ مراد ہیں جو اپنی بدعات کی بناء پر اسلام سے خارج نہیں ہوئے' اس تقدیر پر یہ قطعی طور پر نہیں کہا جائے گا کہ یہ لوگ عذابِ نار کی بناء پر حوض سے دُور کیے گئے' بلکہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ پہلے زجر و توبیخ کی وجہ سے ان کو ہٹایا گیا ہو اور پھر اللہ تعالیٰ کی ان پر رحمت ہو اور اللہ تعالیٰ ان کو بغیر عذاب کے جنت میں داخل کر دے' اور یہ بھی ممکن ہے کہ ان لوگوں کا چہرہ اور ہاتھ پیر آثارِ وضوء سے سفید ہوں اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ کے ہوں یا بعد کے ہوں' اور آپ نے ان کو وضوء کی علامت سے پہچانا ہو۔

امام حافظ ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ جس شخص نے بھی دین میں کوئی بدعت نکالی وہ حوض سے دور کر دیا جائے گا' جیسے خوارج' روافض اور دیگر باطل فرقے اور ظالم' فاسق و فاجر اور علی الاعلان گناہ کبیرہ کرنے والے یہ سب وہ لوگ ہیں جن کے متعلق یہ خدشہ ہے کہ ان کو حوض سے دور کر دیا جائے گا۔ (نعوذ باللہ منہم) (شرح مسلم مع صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۲۶' کراچی)

شیخ عثمانی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ان دور کیے جانے والوں میں تین احتمال ہیں: (۱) مرتدین (۲) تارکین سنت (۳) تارکین استقامت' اور ان تین میں سے پہلا قول مختار ہے' لیکن اس پر یہ اشکال ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: میری حیات بھی تمہارے لیے خیر ہے اور میری ممات بھی تمہارے لیے خیر ہے' تمہارے اعمال مجھ پر پیش کیے جاتے ہیں' پس جو اچھا عمل ہوتا ہے میں اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا ہوں اور جو بُرا عمل ہوتا ہے اس پر اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہوں۔ امام بزار نے اس حدیث کو سند جید کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۰۷' کراچی' الطبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۱۹۴' بیروت' ۱۳۸۸ھ' البدایہ والنہایہ ج ۵ ص ۲۷۵' دار الفکر' بیروت' ۱۳۹۳ھ' مجمع الزوائد ج ۹ ص ۲۴)

(یعنی جب آپ کو امت کے احوال معلوم ہوتے ہیں تو پھر آپ ان مرتدین کو ''اصیحابی'' کیوں فرمائیں گے؟) اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ آپ پر امت کے اعمال اجمالاً پیش کیے جاتے ہیں' پس کہا جاتا ہے کہ آپ کی امت نے بُرا کام کیا یا اچھا کام کیا' اور کام کرنے والوں کی تعیین کیے بغیر اعمال پیش کیے جاتے ہیں۔ اس جواب کو علامہ وشتانی ابی مالکی نے ذکر کیا ہے لیکن یہ جواب مستبعد ہے' کیونکہ ابن مبارک نے ابن مسیب سے روایت کیا ہے کہ ہر روز صبح اور شام نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر امت کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں اور آپ امت کو وضوء کے آثار اور ان کے اعمال سے پہچانیں گے' اور بعض علماء نے یہ جواب دیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ان کو ''اصیحابی'' کہہ کر نداء کرنا ان میں زیادہ حسرت اور عذاب پیدا کرنے کے لیے ہے' کیونکہ جب آپ ان کو ''اصیحابی'' کہہ کر نداء فرمائیں گے تو ان کو نجات کی اُمید ہو جائے گی اور جب ''سحقًا سحقًا'' فرمائیں گے تو اُمید ٹوٹ جائے گی اور اُمید بندھ کر پھر ٹوٹ جانا زیادہ حسرت اور عذاب کا باعث ہے' اور فرشتوں کا یہ کہنا کہ انہوں نے دین کو بدل دیا تھا' یہ بھی ان کے عذاب میں زیادتی کا سبب ہے' علامہ زرقانی نے شرح المؤطا میں یہی جواب دیا ہے' (شیخ عثمانی لکھتے ہیں:) میں کہتا ہوں کہ حدیث بزار کے سیاق و سباق سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جس امت کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں' وہ امت اجابت ہے کیونکہ اچھے اعمال پر اللہ کی حمد کرنا اور بُرے اعمال پر استغفار کرنا انھی کے حق میں متصور ہے۔

شیخ عثمانی کے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر حشر کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مرتدین کو نہیں پہچانا (یعنی ان کو مرتد نہیں جانا) تو کوئی حرج نہیں کیونکہ آپ کو ان کا پہلے علم بھی نہیں تھا' آپ کو تو صرف اپنی امت کا علم تھا جن کے اعمال آپ پر پیش کیے جاتے تھے۔ رہے مرتد اور کافر تو ان کے اعمال آپ پر پیش کیے جاتے تھے' نہ آپ کو ان کا علم تھا' اب اگر اس حدیث سے یہ لازم آتا ہے کہ آپ کو

MUHAMMAD RIZWAN FIKRERAZA 25

حشر کے دن ان کے کفر اور ارتداد کا علم نہ ہو تو اس میں کوئی اشکال نہیں ہے' اور اس کا حدیث عرض اعمال سے کوئی تعارض نہیں ہے۔
(فتح الملہم ج ا ص ١٢٦' مکتبۃ الحجاز' کراچی)

مصنف کے نزدیک شیخ عثمانی کی یہ تقریر صحیح نہیں ہے کیونکہ ہر چیز اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہے' جس شخص کو نور اور حیات کا علم ہو' وہ نور اور حیات کی نفی سے ظلمت اور موت کو جان لے گا' جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایمان اور اعمالِ صالحہ کی علامات کو جان لیا تو آپ کے لیے کفر اور فسق کی علامات متعین ہو گئیں' یعنی جن لوگوں میں ایمان اور اعمالِ صالحہ کی علامات نہیں ہوں گی وہ کافر اور فاسق ہوں گے' خصوصاً جبکہ قرآن مجید میں کفر کی علامات بتا دی گئی ہیں کہ کافروں کے چہرے سیاہ ہوں گے: ''یَوْمَ تَبْیَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ'' (آل عمران:١٠٦) جس دن کچھ چہرے سفید ہوں گے اور کچھ چہرے سیاہ۔ اور کفار بائیں طرف ہوں گے: ''وَاَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ مَآ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِO'' (الواقعہ:٩) اور بائیں طرف والے (بد بخت) کیا (ہی بُرے) ہیں بائیں طرف والےO مارے خوف کے کفار کی آنکھیں نیلی ہوں گی: ''وَنَحْشُرُ الْمُجْرِمِیْنَ یَوْمَئِذٍ زُرْقًاO'' (طٰہٰ:١٠٢) اور اس دن ہم مجرموں کو ایسی حالت میں اُٹھائیں گے ان کی آنکھیں (خوف سے پتھرا کر) نیلگوں ہوں گیO کفار کے چہرے خاک آلود ہوں گے اور ان پر سیاہی چھائی ہوگی: ''وُجُوْهٌ یَّوْمَئِذٍ عَلَیْهَا غَبَرَةٌOتَرْهَقُهَا قَتَرَةٌOاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُO'' (العبس:٤٢-٤٠) کتنے منہ اس دن خاک آلود ہوں گےO ان پر سیاہی چھائی ہوئی ہوگیO یہی لوگ کافر بدکار ہیںO اس دن کفار زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہوں گے: ''وَتَرَی الْمُجْرِمِیْنَ یَوْمَئِذٍ مُّقَرَّنِیْنَ فِی الْاَصْفَادِO'' (ابراہیم:٤٩) اور اس دن آپ مجرموں کو دیکھیں گے کہ وہ (ایک دوسرے کے ساتھ) زنجیروں میں جکڑے ہوں گےO ان نشانیوں سے کفار' منافقین اور مرتدین کسی شخص پر میدانِ حشر میں مشتبہ نہیں ہوں گے اور ہر شخص کو ان کا علم ہوگا' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''یُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِیْمٰهُمْ'' (الرحمٰن:٤١) اس دن مجرم اپنی صورتوں سے پہچانے جائیں گے۔ اس لیے شیخ عثمانی کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ آپ کو صرف اپنی امت کا علم تھا اور کفار اور منافقین کا علم نہیں تھا' اس لیے آپ نے ان کو نہیں جانا۔

علاوہ ازیں یہاں اشکال تو اس وجہ سے ہے کہ آپ نے ان مرتدین کو ''اصیحابی'' فرمایا اور جب آپ پر اپنی امت کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں اور آپ اپنی امت کو پہچانتے ہیں تو پھر آپ نے ان مرتدین کے متعلق ''میرے صحابہ'' کیسے فرمایا' نیز عرض اعمال کے علاوہ آپ کی امت کا چہرہ سفید ہوگا بلکہ وہ غرمحجل (جن کے چہرے اور ہاتھ پیر سفید ہوں) ہوں گے وہ دائیں جانب ہوں گے' ان کی عبادات کا نور ان کے آگے آگے ہوگا' ان کے چہرے خوش وخرم ہوں گے' وہ اپنے رب کے دیدار میں محو ہوں گے' ان علامات سے قیامت کے دن کسی شخص کو بھی مؤمن اور کافر میں اشتباہ نہیں ہوگا اور ہر شخص کے نزدیک وہ متمیز ہوں گے' اس لیے یہ اشکال پیدا ہوگا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان مرتدین کو ''اصیحابی'' میرے اصحاب کیسے فرمایا؟

اس لیے اس سوال کا صحیح جواب وہی ہے جو علامہ زرقانی نے بعض علماء سے نقل کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پہلے ان کو ''اصیحابی'' فرمانا' اس لیے تھا کہ ان کی اُمید قائم تھی اور بعد میں ''سحقًا سحقًا'' فرما کر ان کی اُمید کو توڑ دیا اور امید بندھ کر ٹوٹ جانا زیادہ حسرت اور عذاب کا موجب ہوتا ہے' علامہ زرقانی نے دوسرا جواب یہ لکھا ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے دنیا میں پہلے منافقین کو مسلمانوں کے حکم میں رکھا اور پھر ان کا نفاق ظاہر کر کے ان کو رسوا کر دیا۔ اسی طرح ان منافقین کو پہلے مسلمانوں کی علامت کے ساتھ اُٹھایا جائے گا اور یہ بھی غرمحجل ہوں گے اور پھر ان کا نفاق اور ارتداد ظاہر کر کے ان کو رسوا کر دیا جائے گا' لہٰذا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ان کو ''اصیحابی'' فرمانا ان کے غرمحجل ہونے کے اعتبار سے ہے اور بعد میں ''سحقًا سحقًا'' فرما کر ان کو اپنے حوض سے دُور کر دینا ایسے ہی ہے جیسے دنیا میں آپ

click on link for more books
MUHAMMAD RIZWAN FIKRERAZA 25

نے منافقین کو مسجد نبوی سے نکال دیا تھا اور مرتدین پر یہ توجیہ اس طرح منطبق ہوتی ہے کہ مرتدین پہلے اسلام لائے اور پھر دین اسلام سے منحرف ہو گئے تو آپ کا ان کو ''اصیحابی'' فرمانا ان کے پہلے حال اسلام کے اعتبار سے ہے اور بعد میں ''سحقًا سحقًا'' فرما کر ان کو حوض سے دور کر دینا ان کے ارتداد کی سزا ہے۔ قاضی عیاض نے لکھا ہے کہ یہ توجیہ زیادہ ظاہر ہے کیونکہ حدیث میں ہے کہ منافقین کو ایک نور دیا جائے گا اور ان کی ضرورت کے وقت اس نور کو بجھا دیا جائے گا' پس جس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کے ظاہر ایمان کی وجہ سے ان کو نور عطا کیا تا کہ وہ اس سے دھوکا کھائیں اور ان کی ضرورت کے وقت پل صراط پر اس نور کو بجھا دیا' اسی طرح یہ مستبعد نہیں ہے کہ پہلے ان کے چہرے اور ہاتھ پیروں کو سفید کر کے غرّہ اور تحجیل کے ساتھ ان کا حشر کیا جائے اور آپ اس علامت کی وجہ سے ان کو ''اصیحابی'' فرمائیں اور جب ان کو حوض پر پانی پینے کی ضرورت ہو تو آپ ان کو ''سحقًا سحقًا'' فرما کر حوض سے دور کر دیں' اور اللہ تعالیٰ مکر کرنے والوں کو ان کے مکر کی یونہی جزاء دیتا ہے۔ (شرح المؤطا للزرقانی ج ا ص ٦٠' مصر)

میرے نزدیک ظاہر یہ ہے کہ اگر عرض اعمال کی حدیث صحیح ہو' تب بھی اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہر وقت آپ کے ذہن میں وہ لوگ محفوظ رہیں' خاص طور پر حشر کے وقت بھی۔ (اوجز المسالک ج ا ص ٦٢' ھند)

یعنی یہ ہو سکتا ہے کہ آپ کو ان کے ارتداد اور نفاق کا علم ہو لیکن محشر کی حشر سامانیوں کی بناء پر اس طرف توجہ نہ رہے' یہ جواب بھی صحیح اور درست ہے۔

شیخ تھانوی' نبی ﷺ سے علمِ غیب کی نفی ثابت کرنے کے بیان میں لکھتے ہیں:

حدیث شریف میں ہے کہ بعض امتیوں کی نسبت قیامت میں حضور اقدس ﷺ سے کہا جائے گا: ''انك لا تدری ما احدثوا بعدك'' اس سے معلوم ہوا کہ قیامت کے بعض ازمنہ تک بھی کہ آخر عمر سے بہت متاخر ہے' آپ پر بعض کونیات ظاہر نہیں ہوئے نہ بالذات نہ بالعطاء۔ (بسط البنان مع حفظ الایمان ص ١٧' مکتبہ نعمانیہ' دیوبند)

تھانوی صاحب کی تصریح کے مطابق رسول اللہ ﷺ کو ان لوگوں کے کفر اور ارتداد کا علم نہیں تھا' حالانکہ قرآن مجید کے مطابق میدانِ حشر میں کافروں اور مرتدوں کی علامات ہر شخص پر عیاں اور بیاں ہوں گی' ان کے چہرے کالے اور غبار آلود ہوں گے' آنکھیں پتھرائی ہوئی نیلگوں ہوں گی اور وہ زنجیروں سے جکڑے ہوئے ہوں گے' اور ان کی علامات کی وجہ سے ان کی پہچان کا تعلق علمِ غیب کی بجائے علمِ شہادت سے ہو گا' اور میدانِ حشر میں موجود ہر شخص جان لے گا کہ کافر کون ہے اور مسلمان کون ہے' کس قدر حیرت کی بات ہے کہ علمِ رسالت کے انکار میں یہ لوگ اس قدر جری ہو گئے کہ علمِ غیب تو الگ رہا' اب یہ لوگ رسول اللہ ﷺ سے علمِ شہادت کی بھی نفی کرنے لگے!

میرے شیخ حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی قدس سرہٗ العزیز نے بھی اس حدیث کی روشنی میں علم رسالت پر گفتگو کی ہے جس کو میں یہاں من وعن تبرکاً نقل کر رہا ہوں:

رہا قیامت کا واقعہ جس میں مذکور ہے کہ جماعت مرتدین کو حضور ﷺ ''اصیحابی اصیحابی'' فرما کر بلائیں گے اور اس وقت آپ سے کہا جائے گا کہ آپ کو نہیں معلوم' انہوں نے آپ کے بعد کیا کیا۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضور کو قیامت کے دن بھی بعض باتوں کا علم نہ ہو گا۔ یہ عجیب قسم کا شبہ ہے' جو حدیث مثبتِ علم ہو اس کو نفی میں پیش کیا جا رہا ہے۔ غور فرمائیے! یہ واقعہ قیامت کے دن ہو گا لیکن حضور ﷺ اس کو پہلے بیان فرما رہے ہیں' علم نہ تھا تو بیان کیسے فرمایا۔

رہی یہ بات کہ پھر حضور سے یہ کیوں کہا جائے گا کہ آپ کو معلوم نہیں کہ آپ کے بعد انہوں نے کیا کیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ

click on link for more books

MUHAMMAD RIZWAN FIKRERAZA 25

مسلم شریف جلد ثانی، مطبوعہ مطبع انصاری، دہلی، ص ۲۴۹ میں منکرین کی یہی پیش کردہ حدیث بایں الفاظ موجود ہے:

''فیقال اما شعرت ما عملوا بعدك'' حضور ﷺ سے کہا جائے گا کہ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ آپ کے بعد انہوں نے کیا کام کیے۔

''ما شعرت'' جملہ منفیہ پر ہمزہ استفہام انکاری داخل ہوا، نفی کا انکار اثبات ہوتا ہے۔ لہٰذا حدیث مبارکہ سے مرتدین کے اعمال کا علم حضور سیّد عالم ﷺ کے لیے ثابت ہوا۔ چونکہ واقعہ ایک ہے، صرف اس کی روایتوں میں تعدد ہے، اس لیے جب ایک روایت میں ہمزۂ استفہام مذکور ہو گیا تو ہر روایت میں اس کے معنی ملحوظ رہیں گے اور جس روایت میں وہ مذکور نہیں، وہاں محذوف ماننا پڑے گا، مثلاً ''انك لا تدری'' والی حدیث میں ہمزہ مذکور نہیں تو یہاں محذوف مانیں گے اور اصل عبارت یوں ہوگی کہ ''أانك لا تدری'' کیا آپ نہیں جانتے!..... ورنہ حدیثوں میں تعارض ہوگا کیونکہ ہمزہ استفہام کا محذوف ہونا تو صحیح ہے جیسا کہ قرآن مجید کی متعدد آیتوں میں محذوف ہے، حضرت ابراہیم کا مقولہ ''ھذا ربی'' میں مفسرین نے ''اھذا ربی'' فرمایا ہے۔ یعنی کیا یہ میرا رب ہے لیکن اس کا زائد ہونا صحیح نہیں ہے۔

اگر ''انك لا تدری'' والی روایت میں ہمزہ استفہام محذوف نہ مانیں تو ''اما شعرت'' والی روایت میں ہمزہ کو زائد ماننا پڑے گا جو کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتا، خصوصاً جبکہ حضور سیّد عالم ﷺ کے کمال علمی کی نفی ہوتی ہو۔

پھر یہ کہ احادیث میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کو اپنی امت کے تمام اچھے اور بُرے اعمال کا علم ہے، ترمذی شریف میں حدیث وارد ہے:

''عرضت علی اعمال امتی حسنها وقبیحها'' میری امت کے تمام اچھے اور بُرے اعمال مجھ پر پیش کیے گئے۔

اب غور فرمائیے کہ مرتدین بھی حضور ﷺ کی امت میں داخل تھے، ان کا مرتد ہونا عمل قبیح ہے۔ اعاذنا اللّٰہ تعالٰی منه.

جب امت کے تمام اعمالِ حسنہ اور قبیحہ حضور کے سامنے پیش کیے گئے تو ان کا ارتداد جو عمل قبیح ہے، وہ بھی ضرور پیش ہوا، پھر حضور ﷺ کو ان کے عملوں کا علم نہ ہونا کیوں کر صحیح ہو سکتا ہے۔ معلوم ہوا کہ حدیث مذکور کے یہی معنی صحیح ہیں کہ اے حبیب ﷺ! کیا آپ کو معلوم نہیں کہ انہوں نے کیا عمل کیے۔ آپ کو معلوم تو ہے، پھر بھی آپ غلبۂ رحمت کے حال میں ان کو اپنی طرف لے جا رہے ہیں۔

یہ حقیقت ہے کہ جب کریم کو سخاوت کرنے کے لیے بٹھا دیا جائے تو اس وقت اس کے دریائے سخا میں ایسا جوش ہوتا ہے کہ دشمن کی دشمنی کی طرف اس کی توجہ نہیں رہتی اور وہ بے اختیار اپنے کرم کا دامن اس کی طرف پھیلا دیتا ہے اور جب اسے توجہ دلائی جائے تو اس وقت متوجہ ہوتا ہے۔

یہاں بالکل یہی معاملہ ہے۔

ساقیٔ کوثر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ حوضِ کوثر پر رونق افروز ہیں، اپنے غلاموں کو چھلکتے ہوئے جام پلا رہے ہیں۔ مرتدین کی جماعت ادھر سے گزرتی ہے، حضور کو ان کے عملوں کا پورا پورا علم ہے، مگر اس وقت دریائے جود و سخا موجزن اور شانِ رحمت کا ظہور اتم ہے، اس لیے ان کی بداعمالیوں کی طرف خیال مبارک جاتا ہی نہیں اور اپنے لطفِ عمیم اور کرمِ جسیم کے غلبہ حال میں بے اختیار فرما دیتے ہیں: ''اصیحابی، اصیحابی''۔

لیکن جب توجہ دلائی جاتی ہے کہ ''اما شعرت ما احدثوا بعدك'' پیارے کیا آپ کو معلوم نہیں کہ آپ کے بعد انہوں نے کیا کیا؟

click on link for more books

پس فوراً توجہ مبارکہ ان کی بداعمالیوں کی طرف مبذول ہو جاتی ہے اور ارشاد فرماتے ہیں:

''سحقًا سحقًا'' انہیں دور لے جاؤ، دور لے جاؤ۔

طالب حق کے لیے اس حدیث کا صحیح مطلب سمجھنے کے لیے یہ بیان کافی ہے۔

(مقالات کاظمی ج ۲ ص ۱۲۵۔ ۱۲۳، مکتبہ فریدیہ، ساہیوال، ۱۳۹۷ھ)

MUHAMMAD RIZWAN FIKRERAZA 25